سلام کے شرعی احکامات

- ★ کن مواقع پر سلام کرنا درست نہیں؟
- ★ غیر مسلم کو سلام کرنے کا حکم



حضرت مفتی محمد سعید خان (دامت برکاتہم)



سوال

کن مواقع پر سلام کرنا درست نہیں؟

الجواب حامداو مصلیا و مسلما

سلام کرنا اسلام کے شعائر میں سے ہے، احادیث مبارکہ میں سلام کے بڑے فضائل آئے ہیں، پھر خاص طور پر سلام میں پہل کرنے والے کے لیے خاص فضیلت حدیث میں آئی ہے، اس سب کے باوجود ایسا نہیں کہ انسان ان فضائل کے پیش نظر ہر وقت اور ہر موقع پر سلام کرتا رہے بلکہ سلام سے متعلقہ شریعت کے دیگر احکامات بھی ذہن میں رہنے ضروری ہیں، ہر نیک کام اسی وقت قابل قبول اور باعث اجر وثواب ہے جب اسے شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق انجام دیا جائے، سلام کے متعلق شریعت کے احکامات بہت ہیں، علماء نے صرف سلام کے احکام پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں، یہاں صرف سائل کے سوال کے مطابق ان مواقع کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں شریعت نے سلام کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پہلے ایسے لوگوں کا ذکر کیا جاتا ہے جنہیں سلام کرنا درست نہیں، اس کے بعد ایسے افراد کا ذکر کیا جائے گا کہ جنہیں فی نفسہ سلام کرنا تو درست ہے مگر ان افراد کے کسی خاص حالت میں ہونے کی وجہ سے انہیں سلام کرنا درست نہیں رہتا، گویا دراصل یہ اُن حالتوں کا بیان ہوگا جن میں سلام کرنا درست نہیں، اور اگر ان میں کوئی سلام کرے بھی تو اس کا جواب دینا ضروری نہیں۔

ایسے افراد جنہیں سلام کرنا درست نہیں

(۱) غیر مسلم کو سلام کرنا جائز نہیں ہے، یہ حکم مطلق ہے یا اس حوالے سے کچھ گنجائش بھی ہے اور ہے تو کس قدر اس حوالہ سے ایک تفصیلی تحریر بندہ نے لکھی تھی وہ آپ کو بھیج رہا ہوں اسے ملاحظہ فرمالیں۔

(۲) فاسق فاجر آدمی کو اسی طرح بدعتی شخص کو خاص طور پر جو اعلانیہ گناہوں کا مرتکب ہو اور بدعت کی ترویج کرتا ہو، اُسے بھی سلام نہ کرنا بہتر ہے، لیکن مسلمان ہونے کی بنا پر اسے سلام کرنے کی گنجائش بھی موجود ہے۔

(۳) خلاف مروت کام کرنے والوں کو سلام کرنے سے گریز کرنا چاہیے، ہر ماحول و معاشرے میں مروت کا معیار الگ الگ ہوتا ہے، فقہاء نے چند مثالیں اسی کی ذکر کی ہیں مثلاً وہ شخص جو بہت کثرت سے مزاح کرتا ہو، اسی طرح وہ شخص جو بہت زیادہ فحش گفتگو کرتا ہو، اسی طرح بازاروں اور گلی محلوں کے اوباش لڑکوں کو۔

(۴) پاگل آدمی کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔

(۵) جو شخص نشے کی حالت میں ہو اسے بھی سلام نہیں کرنا چاہیے۔

(۶) جس شخص کو گالی دینے کی عادت ہو جائے اسے بھی سلام نہیں کرنا چاہیے۔

(۷) جس شخص کو جھوٹ بولنے کی عادت ہو اسے بھی سلام نہ کرے۔

(۸) مرتد (یعنی جو شخص دین اسلام قبول کرنے کے بعد اسے پھر جائے)،اسی طرح زندیق (جو مسلمان ہونے کا دعویدار تو ہو لیکن احکام شریعت - جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں، مثلاً نماز، روزہ، زکاۃ حج وغیرہ - کو اُس تشریح و تفصیل کے ساتھ نہ مانتا ہو جو شریعت نے بتائی اور بیان کی ہے) ایسے شخص کو سلام کرنا بھی درست نہیں ہے۔

ایسے احوال جن میں سلام کرنا درست نہیں

(۱) قضاء حاجت کی حالت میں سلام کرنا درست نہیں، یعنی اگر کوئی شخص بیت الخلاء میں گیا ہو، خواہ قضائے حاجت کے لیے یا صرف استنجاء کے لیے، اسی طرح جو شخص غسل خانہ میں ہو اُسے بھی سلام نہیں کرنا چاہیے، ایسی حالت میں سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی سلام کرے تو اس کا جواب دینا بھی مکروہ ہے۔

(۲) سوئے ہوئے شخص کو سلام نہیں کرنا چاہیے، اس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو محض اونگھ رہا ہو اور پوری طرح سویا نہ ہو۔ یہ تو فقہاء نے لکھا ہے بندہ کے خیال میں اس کے تحت یہ حالت بھی داخل کی جاسکتی ہے کہ آدمی آرام کے لیے اپنے آرام کی جگہ چلا گیا ہو اگر چہ ابھی سویا نہ ہو، کیونکہ جب اونگھنے والے تک کو سلام ممنوع ہے تو اس کا مقصد یہی ہے کہ کسی کے آرام میں اس کے سلام کی وجہ سے خلل واقع نہ ہو اور اس صورت میں خلل ظاہر ہے۔

(۳) کھانا کھانے کی حالت میں سلام نہیں کرنا چاہیے، یعنی اگر کوئی شخص کھانا کھانے میں مشغول ہے تو اسے سلام نہ کرے، بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر لقمہ منہ کے اندر ہو اور معلوم ہو کے جواب دینے میں اُسے مشکل ہوگی تو سلام کرنا مکروہ ہے وگرنہ مکروہ نہیں، لیکن ظاہر ہے کہ یہ فیصلہ کافی غور کے بعد بھی مشکل ہے کہ کھانا کھانے والے کے منہ میں کس وقت لقمہ ہے اور کس وقت اسے جواب دینے میں دشواری ہوگی، اس لیے بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی کو کھانے کھاتے دیکھے اور اسے سلام کرنے کی نوبت آجائے تو سلام نہ کرے۔

(۴) نماز کی حالت میں کسی کو سلام نہ کرے۔

(۵) دوران حج تلبیہ پڑھنے میں مشغول شخص کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔

(۶) اذان کی حالت میں سلام نہ کرے۔

(۷) اسی طرح اقامت کی حالت میں بھی۔

(۸) خطبہ جمعہ یا عیدین کے وقت سلام نہیں کرنا چاہیے، نہ خطیب کو اور نہ ہی خطبہ سننے والوں کو۔

(۹) تلاوت قرآن کریم کی حالت میں کسی کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔

(۱۰) جو لوگ علم دین (قرآن، حدیث اور فقہ وغیرہ) سیکھنے سکھانے میں مشغول ہوں انہیں بھی سلام نہ کرے۔

(۱۱) قاضی (جج) کو چاہیے کہ وہ فریقین میں سے کسی کو بھی سلام نہ کرے۔

(۱۲) جو شخص دعاء میں مشغول ہو اسے بھی سلام نہیں کرنا چاہیے۔

(۱۳) جو شخص نماز پڑھ رہا ہو اسے بھی سلام کرنا درست نہیں۔

(۱۴) جو شخص کوئی چیز یاد کر رہا ہو یا کسی چیز میں غور فکر کر رہا ہو اور خدشہ ہو کہ سلام کی وجہ سے اس کے یاد کرنے یا سوچنے میں فرق آئے گا اسے بھی سلام نہیں کرنا چاہیے۔

(۱۵) نامحرم نوجوان عورتوں کو سلام کرنا جائز نہیں، ہاں بوڑھی عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے۔

(۱۶) جو لوگ کسی گناہ میں مشغول ہوں مثلاً شراب نوشی، جوا، گانا بجانا وغیرہ، اُس وقت اس مجلس میں انہیں سلام نہیں کرنا چاہیے۔

(۱۷) جس شخص کا ستر ننگا ہو تو ستر ننگا ہونے کی حالت میں اسے سلام نہیں کرنا چاہیے۔

(۲۰) مسجد میں جائے اور لوگ اپنے اپنے ذکر و تلاوت میں مشغول ہوں تو انہیں بھی سلام نہیں کرنا چاہیے۔

حوالہ جات کے لیے ملاحظہ ہوں:

(۱) فتاوی شامی (جلد:۴، صفحہ:۵۹ تا ۶۳، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ و ما یکرہ فیہا، طبع: دار الثقافۃ، دمشق، شام)۔

(۲) فتاوی شامی (جلد:۶، صفحہ:۴۱۵، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، طبع: ایچ، ایم سعید، کراچی، پاکستان)۔

(۳) طیب الکلام بفوائد السلام (صفحہ:۲۸۵ تا ۳۰۸، طبع: دار المنہاج، سعودیہ عربیہ)۔

واللّٰہ تعالی أعلم وعلمہ أتم وأحکم

کتبہ: حبیب اللّٰہ

دستخط رئیس دار الإفتاء ____________

الندوۃ لائبریری، چھتر، اسلام آباد

۴/ ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ

۳۰/ ستمبر ۲۰۱۴ء

غیر مسلم کو سلام کرنے کا حکم

غیر مسلم کو سلام کرنے سے متعلق دو چیزیں ہیں، ایک یہ کہ اسے از خود سلام کرنا اور دوسرے یہ کہ اس کے سلام کا جواب دینا۔ غیر مسلم کو از خود سلام کرنا یعنی اس کو سلام کرنے میں پہل کرنا ائمۃ اربعہ میں سے کسی کے ہاں بھی جائز نہیں اس لیے کہ حدیث میں صراحتہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت مسلم میں آئی ہے کہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہود نصاری کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو، ان میں سے کسی سے راستہ میں تمہاری ملاقات ہو جائے تو اسے اس کے تنگ حصہ میں چلنے پر مجبور کرو۔ (دیکھیے حوالہ نمبر: ۱)

البتہ حنفی فقہاء نے بوقت ضرورت اس کی اجازت دی ہے اور وجہ اس کی یہ بیان کی ہے کہ غیر مسلم کو سلام کرنے سے جو منع کیا گیا ہے اِس کی اصل وجہ اُس کی توقیر و تعظیم ہے اور جہاں بغرض ضرورت سلام کیا جائے وہاں مقصود اس کی توقیر و تعظیم نہیں ہوتا بلکہ اپنی ضرورت کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ حنفی فقہاء کی اس توجیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں بھی سلام سے مقصود غیر مسلم کی توقیر و تعظیم نہ ہو وہاں اسے سلام کرنا جائز ہے۔ اور پھر ضرورت کا دائرہ بھی کافی وسیع ہے۔ مثال کے طور پر ایک ضرورت حنفی فقہاء نے یہ لکھی ہے کہ اگر کوئی مسلمان یہ محسوس کرے کہ سفر سے واپسی کے بعد وہ اپنے نصرانی پڑوسی سے مصافحہ نہ کرے تو اسے تکلیف پہنچے گی تو اسے مصافحہ کرنا چاہیے۔ حال آنکہ غیر مسلم کو سلام اور مصافحہ دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ (دیکھیے حوالہ نمبر: ۲)

نیز اسی ضرورت کی بہت سی مثالیں صحابہ کرام اور تابعین رحمہم اللہ تعالی کے ہاں بھی ملتی ہیں۔

حضرت علقمہ رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ ایک سفر میں تھے بعض دہقان بھی شریک سفر تھے، کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد ان کا راستہ الگ ہو گیا اور وہ اس پر چلنے لگے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں سلام کیا، میں نے عرض کیا کہ کیا ذمیوں کو سلام کرنا ناپسندیدہ نہیں ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ تو حق صحبت ہے۔ (دیکھیے حوالہ نمبر: ۳)

سلیمان الاعمش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی سے کہا کہ ایک نصرانی طبیب کے ہاں میری آمد و رفت رہتی ہے کیا میں اسے سلام کر سکتا ہوں؟ آپ نے جواب دیا

کہ تمہاری اس سے کوئی حاجت ہوتو سلام کرو۔(دیکھیے حوالہ نمبر:۴)

اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا یہ قول علامہ قرطبی نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ:

جب تمہیں کسی یہودی یا نصرانی سے کوئی حاجت درپیش ہوتو اسے سلام میں پہل کرو۔
(دیکھیے حوالہ نمبر:۵)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالی نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا مذکورہ قول نقل کرنے کے بعد حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو اوپر ذکر کی گئی ہے (جس میں غیر مسلم کو سلام میں پہل کرنے سے منع کیا گیا ہے) اس کی توجیہ بھی کی ہے اور بتایا ہے کہ ممانعت کا یہ حکم اس وقت ہے جب کہ بغیر کسی ضرورت وحاجت کے غیر مسلم کو سلام کیا جائے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اس سے واضح ہوا کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت کا تعلق بغیر کسی سبب کے سلام کرنے سے ہے، جیسے کسی حق کی ادائیگی یا کوئی ضروت وحاجت جو تمہیں ان سے پیش آئے یا صحبت، ہمسائیگی اور سفر کا حق۔(ایضا)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت غیر مسلم کو سلام میں پہل کرنا جائز ہے اور ضرورت کا دائرہ کار کافی وسیع ہے معاشرتی، سماجی، معاشی، طبی، علمی ہر طرح کی ضروریات ہوسکتی ہیں، ان کی کوئی متعین فہرست نہیں، ہر آدمی اپنے ماحول اور حالات کے مطابق اس کا فیصلہ کرے گا۔

اور دوسری چیز غیر مسلم کے سلام کا جواب دینا ہے، غیر مسلم اگر سلام میں پہل کرے تو تمام فقہاء کے نزدیک اس کے سلام کا جواب دینا جائز ہے، بلکہ شافعی اور حنبلی فقہاء کے ہاں تو غیر مسلم کے سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ اختلاف صرف اس بات میں ہوا ہے کہ جواب میں کیا الفاظ استعمال کیے جائیں۔ اکثر فقہاء کے نزدیک جواب میں صرف "وعلیك" یا "وعلیکم" کے الفاظ استعمال کیے جائیں، اس لیے کہ بیشتر احادیث میں یہی الفاظ آئے ہیں۔ لیکن اس کی وجہ جو حدیث میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ بہت سے یہود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے تو سلام کے الفاظ کو بگاڑ کر یوں کہا کرتے تھے "السام علیکم" یعنی تم پر موت واقع ہو۔ اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ الفاظ فرمایا کرتے، اس طرح ان کی بددعا کو انہی پر لوٹا دیتے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی یہی وجہ بیان کی ہے۔(دیکھیے حوالہ نمبر:۶)

اس لیے جہاں یہ بات واضح ہو کہ غیر مسلم نے الفاظ درست کہے ہیں وہاں پر جواب میں پورے الفاظ یعنی "وعلیکم السلام" کہنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ:

جب غیر مسلم تمہیں سلام کریں تو ان کے سلام کا جواب دو۔(ایضا)

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول مصنف ابن ابی شیبہ میں آیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالی کی مخلوق میں سے جو بھی تمہیں سلام کرے اس کے سلام کا جواب دو اگر چہ وہ یہودی ہو نصرانی ہو یا مجوسی ہو۔ (دیکھیے حوالہ نمبر: ۷)

یہاں صرف سلام کے جواب دینے کا حکم ہے جو کہ مطلق ہے خواہ کوئی سے الفاظ استعمال کیے جائیں۔ نیز بعض سلف سے بھی کافر کے سلام کے جواب میں "وعليكم السلام" کے الفاظ استعمال کرنے کا جواز ثابت ہے۔ (دیکھیے حوالہ نمبر: ۸)

نیز امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے بھی اس کے جواز کی طرف اشارہ ہوتا ہے جس کو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی تاتارخانیۃ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کافر کے سلام کے جواب میں جب مسلمان وعلیک کے الفاظ کہے تو نیت سلام ہی کی کرے اور امام محمد رحمۃ اللہ نے مذکورہ (حوالہ نمبر: ٦) حدیث سے ہی استدلال فرمایا ہے۔ (دیکھیے حوالہ نمبر: ٦)

لیکن اگر صرف حدیث کے ظاہری الفاظ کے عموم کو دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غیر مسلم خواہ کیسے ہی الفاظ استعمال کرے، درست یا غلط اس کے جواب میں صرف "وعليك" یا "وعليكم" ہی کہنا چاہیے۔

مگر شرح مقدمۃ الصلاۃ (جو مشہور حنفی فقیہ ابو اللیث سمرقندی کی تصنیف ہے) مسمی "التوضیح" میں علامہ قرمانی رحمہ اللہ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ "وعلیکم السلام" تو کہے مگر اس کے بعد "ورحمۃ اللہ" کے الفاظ نہ کہے۔ اور اس کے بعد شعبی رحمہ اللہ سے "ورحمۃ اللہ" کے الفاظ کا جواز بھی نقل کیا ہے، اسی طرح بہت سے تابعین رحمہم اللہ سے جواب میں "وعلیکم السلام" کہنا بھی ثابت ہے، اس لیے اگر کوئی شخص اس پر عمل کرنا چاہے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ (دیکھیے حوالہ نمبر: ۹)۔

واللّٰہ تعالی أعلم وعلمه أتم وأحكم۔

(١) فی صحیح المسلم:

لا تبدؤوا اليهود ولا النصارى بالسلام ، فإذا لقيتم أحدهم فى طريق فاضطروه إلى أضيقه (كتاب السلام ، باب النهى عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام ، رقم الحديث:٢١٦٧)

(٢) فی الدر المختار :

ويسلم المسلم على أهل الذمة لو له حاجة إليه وإلا كره هو الصحيح.

وقـال ابـن عابدين: (قـولـه: لـو لـه حـاجة إلخ) أي الذمي المفهوم من الـمـقام، قال في التاتر خانية لأن النهى عن السلام لتوقيره ولا توقير إذا كـان السـلام لـحـاجة. (قـولـه: هو الصحيح) مقابله أنه لا بأس به بلا تـفـصيـل وهو ما ذكره في الخانية عن بعض المشائخ.(**كتاب الحظر والإباحة،فصل في البيع، ٩/ ٦٨٠، دار المعرفة ، بيروت**).

وفيـه أيضا: (قـولـه: ودع كـافـرا) أي: إلا إذا كان لك حاجة إليه، فلا يـكـره السـلام عـليـه.(كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: المواضع التي يكره فيها السلام).

وفى الهندية :

وَأَمَّـا التَّسْلِيمُ عَلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَدْ اخْتَلَفُوا فِيهِ قَالَ بَعْضُهُمْ :لَا بَأْسَ بِأَنْ يُسَـلَّـمَ عَـلَيْهِـمْ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ :لَا يُسَـلَّـمُ عَـلَيْهِـمْ ، وَهَذَا إذَا لَمْ يَكُنْ لِـلـمسلمِ حَاجَةٌ إلَى الذِّمِّيِّ ، وَإِذَا كَانَ لَهُ حَاجَةٌ فَلَا بَأْسَ بِالتَّسْلِيمِ عَلَيْه (**كتـاب الـكـراهية ، البـاب السـابـع فـى السلام وتشميت العاطـس ، ٣٢٥/٥، دار إحياء التراث ، بيروت**).

وفي التوضيح شرح مقدمة أبي الليث السمرقندى: وقد رخص العلماء فـى أن يبدأ أهل الذمة بالسلام إذا ادعت إلى ذلك حاجةتحوج إليهم. **(النسخة الخطية، ق١٤/ب، ١٥/أ).**

وفى رد المحتار أيضا:

(قَوْلُهُ كَمَا كُرِهَ لِلْمُسْلِمِ مُصَافَحَةُ الذِّمِّيِّ) أَيْ بِلَا حَاجَةٍ لِمَا فِي الْقُنْيَةِ لَا بَـأْسَ بِـمُـصَافَحَةِ الْمُسْلِمِ جَارَهُ النَّصْرَانِيَّ إذَا رَجَعَ بَعْدَ الْغِيبَةِ وَيَتَأَذَّى بِتَـرْكِ الْـمُـصَافَحَةِ ا هـ .(**كتـاب الـحـظـر والإباحة،فصل في البيع، ٩/ ٦٨١، دار القلم ، بيروت**).

(٣) فى فتح البارى:

وَاسْتَثْنَى اِبْن مَسْعُود مَا إِذَا اِحْتَاجَ لِذَلِكَ الْمُسْلِم لِضَرُورَةٍ دِينِيَّة أَوْ دُنْيَوِيَّة كَقَضَاءِ حَقّ الْمُرَافَقَة ، فَأَخْرَجَ الطَّبَرِيُّ بِسَنَدٍ صَحِيح عَنْ عَلْقَمَة قَالَ "كُنْت رِدْفًا لِابْنِ مَسْعُود ، فَصَحِبَنَا دَهْقَان ، فَلَمَّا اِنْشَعَبَتْ لَهُ الطَّرِيق أَخَذَ فِيهَا ، فَأَتْبَعَهُ عَبْد اللَّه بَصَره فَقَالَ :السَّلَام عَلَيْكُمْ .فَقُلْت :أَلَسْت تَكْرَه أَنْ يُبْدَؤُا بِالسَّلَامِ ؟ قَالَ :نَعَمْ وَلَكِنْ حَقّ الصُّحْبَة

.(كتاب الاستئذان ، باب من اقترف ذنبا ومن لم يرد سلامه ، ٤١/١١)

(٤) فى أحكام القرآن للجصاص:

عن سليمان الأعمش قال قلت لإبراهيم أختلف إلى طبيب نصراني ، أأسلم عليه ؟ قال نعم إذا كانت لك إليه حاجة فسلم عليه.(**سورة مجادله ، باب كيف يحيى أهل الكتاب، ٣١٥/٥ طبع: دار إحياء التراث العربى)**

(٥) فى الجامع لأحكام القرآن للقرطبى:

وقال النخعي : إذا كانت لك حاجة عند يهودى أو نصرانى فابدأه بالسلام ، فبان بهذا أن حديث أبى هريرة رضى الله عنه ﴿لا تبدؤوهم بالسلام﴾ إذا كان لغير سبب يدعوكم إلى أن تبدؤوهم بالسلام ، من قضاء ذمام أو حاجة تعرض لكم قِبَلَهم ، أو حق صحبة أو جوار أو سفر.(**سورة مريم ، الآية:٤٧، ١١٢/١١)**

(٦) فى الدر المختار:

وَلَوْ سَلَّمَ يَهُودِيٌّ أَوْ نَصْرَانِيٌّ أَوْ مَجُوسِيٌّ عَلَى مُسْلِمٍ فَلَا بَأْسَ بِالرَّدِّ (وَ) لَكِنْ (لَا يَزِيدُ عَلَى قَوْلِهِ وَعَلَيْك) كَمَا فِي الْخَانِيَّةِ. (قَوْلُهُ: وَلَكِنْ لَا يَزِيدُ عَلَى قَوْلِهِ وَعَلَيْك) لِأَنَّهُ قَدْ يَقُولُ :السَّامُ عَلَيْكُمْ أَيْ الْمَوْتُ كَمَا قَالَ بَعْضُ الْيَهُودِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ "وَعَلَيْك"

فَـرَدَّ دُعَـاءَهُ عَـلَيْهِ. وَفِي التَّتَارْخَانِيَّة قَالَ مُحَمَّدٌ: يَـقُولُ الْمُسْلِمُ وَعَلَيْك يَـنْـوِي بِـذَلِكَ السَّلَامَ لِـحَـدِيـثٍ مَرْفُوعٍ إلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّمَ أَنَّهُ قَال : (إذَا سَـلَّـمُوا عَلَيْكُمْ فَرُدُّوا عَلَيْهِمْ) " .(**كتـاب الحظر والإباحة ، فصل فى البيع ، ٦٨١/٩ ،طبع : دار المعرفة)**

فى صحيح البخاري:

عَـنْ عَبْـدِ الـلَّـهِ بْـنِ عُـمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّمَ قَالَ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ الْيَهُودُ فَإِنَّمَا يَقُولُ أَحَدُهُمْ السَّامُ عَلَيْكَ فَقُلْ وَعَلَيْكَ. (**كتاب الاسئذان ـ با كيف يرد على أهل الذمة السلام ، رقم الحديث:٦٢٥٧)**

(٧) فى المصنف لابن أبى شيبة :

حَـدَّثَـنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ حَسَنٍ ، عَنْ سِمَاكٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ : مَـنْ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَلْقِ اللهِ فَرُدُّوا عَلَيْهِمْ ، وَإِنْ كَـانَ يَهُـودِيًّـا ، أَوْ نَـصْرَانِيًّا ، أَوْ مَجُوسِيًّا.(**كتـاب الأدب ، باب فى رد السلام على أهل الذمة ، رقم الحديث:٢٦٢٧٩، ٢٠٢/١٣، طبع: دار قرطبة ، دار قرطبة)**

(٨) فى تكملة فتح الملهم :

وذهـب بـعـض السـلف إلـى أنه يجوزأن يقال فى الرد عليهم : عليكم السـلام كـما يرد على المسلم ، واحتجوا بقوله تعالى ﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُـلْ سَلَامٌ﴾. وحـكـاه الـماوردى وجها عن بعض الشافعية ، لكن لا يـقـول : ورحمة الله ـ(**كتـاب السـلام ، بـاب الـنهـى عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام ، ١٤٧/٤**).

(٩) وفـي التـوضيـح شـرح مقدمة أبي الليث: وعن الحسن رحمه الله يـجـوز أن يـقـول لـلـكـافر وعليك السلام، ولا تقل ورحمة الله، فإنها

استـغـفـار، وعن الشعبي رحمه الله أنه قال لنصراني سلَّمَ عليه: وعليك السلام ورحة الله، فقيل له، فقال: أليس في رحمة الله يعيش. **(النسخة الخطية، ق١٤/ب، ١٥/أ).**

والله تعالى أعلم وعلمه أتم وأحكم

كتبه: حبيب الله

دستخط رئيس دار الإفتاء ــــــــــــــــ

الندوة لائبریری، چھتر، اسلام آباد

٢/رمضان ١٤٣٢ھ

٣/اگست ٢٠١١ء